مواعظِ اختر

نمبر ۴۵

مقامِ دردِ دل



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ تالیفاتِ اختریہ

hazratmeersahib.com





مقامِ دردِ دل

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com



بہ فیضِ صحبتِ ابرارؒ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو! اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: مقامِ دردِ دل

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: ۲ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۵ ؍اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار

مقام: ساحلِ سمندر، ماریشس

موضوع: نورِ قلب اوراس کی علامات۔حضرت پھولپوریؒ کے حالات

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارہ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحہ نمبر



مقامِ دردِ دل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کے حکم کی عظمت

مثنوی مولانا روم میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

گفت ایاز اے مہترانِ نامور
امرِ شہہ بہتر بہ قیمت یا گہر

یعنی خدا کا حکم بہتر ہے یا اپنی حرام خواہشات کے موتی کو اللہ کے حکم پر توڑ دینا زیادہ قیمتی ہے؟ بس خدا کے حکم کی عظمتوں کو مت توڑو، اپنا دل توڑ دو پھر دیکھو ایسا ایمان ویقین، احسانی کیفیت اور خوشی عطا ہوگی جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں۔ لہٰذا مرنے والی لیلاؤں کے چکر میں اپنے مولیٰ سے محروم نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا بنانے کے لئے اور غیروں سے چھڑانے کے لئے لیلاؤں کو دیکھنے کو حرام فرمایا ہے اور اگر ان کو دیکھ بھی لیا تو کیا پاؤ گے؟ دیکھو جا کر لیلیٰ اور مجنوں کی قبر کو اور ان کی مٹی کو چھانو، سائنسی آلات سے مٹی کی تفتیش کرو، نہ کہیں لیلیٰ کی آنکھ ملے گی نہ مجنوں کا عشق۔ آہ! ایسے فانی مٹی کے کھلونوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو ضائع مت کرو۔ گائے اور گدھے گھوڑے کے اس بچے کی طرح نہ بنو جو زمین ہی کو دیکھتا رہتا ہے، آسمان کی طرف نہیں دیکھتا کیونکہ اڑنا اس کے مقدر میں نہیں ہے اور پرندہ کا چھوٹا سا بچہ جس کے ابھی پَر بھی نہیں نکلے وہ اوپر آسمان کی طرف دیکھتا ہے کیونکہ اس کی قسمت میں

اُڑنا ہے۔آہ! جس کو اللہ والا ہونا ہے، سمجھ لو کہ اس کو بچپن ہی سے اللہ کی محبت کی تلاش شروع ہوجاتی ہے۔ دیکھو! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال کیسا ہے ؎

ہم چو فرخے میل او سوئے سما
منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا

فَرُخ کہتے ہیں پرندہ کے اس بچہ کو جس کے ابھی پَر نہیں نکلے مگر وہ اوپر آسمان کی طرف ہی دیکھے گا جیسے منتظر ہو کہ کب اللہ تعالیٰ ہمیں پَر دیں اور ہم اُڑ جائیں۔تو یاد رکھو! جس کو ولی اللہ بننا ہے اس کے قلب وروح میں پرواز کا میلان ہوتا ہے کہ میں کب اپنے اللہ کی طرف اُڑ کر پہنچ جاؤں۔لیکن جس طرح شکاری جب کسی پرندہ کو پرواز سے محروم رکھنا چاہتا ہے تو اس کے پروں میں لاسہ، گوند لگا دیتا ہے، اسی طرح شیطان بھی جب کسی سالک کو اونچی پرواز کرتا دیکھتا ہے تو اس کے پرِ پرواز میں گناہوں کا گوند لگا دیتا ہے تا کہ یہ اللہ والا نہ بن سکے لہٰذا تمام سالکین اور خدا کے عاشقین کو اختر نصیحت کرتا ہے کہ گناہوں سے اور گناہوں کے اسباب سے بچتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کی دوستی کی بنیاد تقویٰ ہے

اسبابِ گناہ سے ڈرنا دلیلِ عشقِ خداوندی ہے، جو گناہ سے ڈرتا ہے تو یہ دلیل ہے کہ وہ اللہ پر عاشق ہے، اللہ کو ناخوش نہیں کرنا چاہتا ہے اور جو جانوروں کی طرح رہتا ہے کہ تسبیح بھی پڑھ رہا ہے اور غیر عورتوں سے خوب باتیں بھی کر رہا ہے، ہم نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ ہاتھ میں تسبیح ہے اور عورتوں سے منہ بنا بنا کر حرام لذت امپورٹ کر رہے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کی بنیاد ہی تقویٰ پر رکھی ہے کہ جو گناہ سے بچے وہ ہمارا دوست ہے، میں نہیں کہتا کہ اولیاء اللہ معصوم ہوتے ہیں یا ان سے کبھی گناہ نہیں ہوتا، لیکن اگر ان سے کبھی گناہ ہوجائے تو جتنا

گناہ ہوتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خدا سے روتے ہیں، ان کے آنسو ان کے گناہوں سے زیادہ ہوتے ہیں، اگر ایک خطا ہوجائے تو دریا کا دریا رونے کی تمنا کرتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے

تا نثارِ دلبرِ زیبا شُدے

کاش کہ میرے آنسو دریا ہوجاتے اور میں دریا کا دریا روتا تاکہ میرے دلبرِ زیبا، میرے سراپا حسن وجمال حق تعالیٰ کی ذات پر میرے دریا کے دریا آنسو قربان ہوجاتے۔

یہ کیا چیز ہے؟ یہ تصوف ہے۔ یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے، اس پر دلیل بھی پیش کرتا ہوں، پہلے بھی یہ کہا تھا کہ اللہ کے عاشقوں کے قلب میں نور کا داخل ہونا ایک حدیث اور ایک آیت سے ثابت کروں گا، تو اس بات کو بھی یاد دلانا مگر ابھی اس کی دلیل پیش کررہا ہوں کہ یہ تمنا ہونا کہ اللہ کے عشق میں دریا کا دریا روؤں اور میرے دریا کے دریا آنسو اللہ پر فدا ہوں، یہ کہاں سے ثابت ہے؟ تو اب اس کی دلیل بھی سن لیجئے۔ حدیث پاک میں ہے:

((اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْیَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَکُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّ الْاَضْرَاسُ جَمْرًا))

(الجامع الصغیر للسیوطی، ج:۱، ص:۵۹)

(اخرجہ ابن عساکر و ابو نعیم و خیثمۃ، قال العراقی اسنادہٗ حسن)

اے اللہ! ہم کو موسلا دھار برسنے والی آنکھیں عطا فرما، ھَطَّالَۃٌ کا ترجمہ دیکھ لو، غَیْمٌ ھَاطِلٌ یعنی ایسا بادل جو بہت برسنے والا ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھَاطِلٌ نہیں مانگا، ھَطَّالٌ مانگا ہے یعنی اے اللہ! بہت بہت برسنے والی آنکھیں عطا فرما۔

راہِ خدا کے ایک قطرہ آنسو کی قیمت

اب آپ کہیں گے ہم تو مذکر ہیں پھر ہماری آنکھیں مؤنث کیوں ہیں؟

تو مذکر کے بھی جو دو دو اعضاء ہیں جیسے کان، آنکھیں، ہونٹ، ہاتھ، پیر یہ سب مؤنث ہیں۔ آگے ہے تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ یا اللہ! یہ آنسو ہمارے دل کو سیراب کر دیں۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد میں رونے سے دل ہرا بھرا ہوتا ہے، ایمان کا باغ ہرا بھرا ہوتا ہے، زمین کی کھیتی میں دریا کا پانی دو اور ایمان کی کھیتی میں آنکھوں کا پانی دو۔ صاحبِ قصیدہ بردہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی کو نظر حرام سے دیکھا تو اپنے اوپر سمندر کا سمندر پانی ڈال دے تب بھی پاک نہیں ہوگا، مگر ایک آنسو بہا دے تو پاک ہو جائے گا۔ تو یہ آنسو معمولی نعمت نہیں ہیں۔

دیکھئے! میں تصوف کی جو باتیں بھی پیش کرتا ہوں اس پر قرآنِ پاک یا حدیث پاک کی دلیل پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ میری طریقت پابندِ شریعت ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے، ورنہ جہاں بے دلیل باتیں ہوں وہاں علماء کا دل نہیں لگتا۔ تو بتاؤ! یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ نہیں؟

کتاب پڑھنے میں اور شیخ کی زبان سے سننے میں یہ فرق ہے کہ کتاب میں علم کا نور ہے لیکن جب آدمی شیخ کی زبان سے سنتا ہے، اپنے مرشد کی زبان سے، پیر کی زبان سے سنتا ہے تو شیخ کے قلب کا نور علم کے نور کے ساتھ کانوں میں داخل ہوتا ہے تو سمجھو مرید نور علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ جس نے آنکھوں سے کتاب کے علم کو درآمد کیا، استیراد کیا، امپورٹ کیا تو اس کتاب میں صرف اللہ والے کی تحریر کا نور ہوگا، مگر جو اپنے شیخ سے سنتا ہے تو اس کے قلب میں اللہ کی جو نسبت ہے، اولیاء اللہ اور ولایت کے جو انوار ہیں وہ اس کی زبان کے الفاظ میں شامل ہو کر کانوں کے ذریعہ دل میں داخل ہوتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شیخِ نورانی ز رہ آگہہ کند
نور را بالفظہا ہمرہ کند

اللہ والا جب اللہ کا راستہ بتاتا ہے تو وہ جو الفاظ بولتا ہے، اس کے الفاظ اس کے

نورِ باطن کا کیپسول بن کر کانوں کے ذریعہ دل میں اتر جاتے ہیں۔ اللہ والے اللہ کا راستہ بتاتے ہیں، اپنے الفاظ کے ساتھ اپنے دل کے نور کو شامل کر کے وہ کانوں کے ذریعہ مرید کے دل میں اپنے دل کا نور اتار دیتے ہیں اور اگر اللہ والا اہل علم ہو تو نورٌ علٰی نور ہوتا ہے، علم کا نور اور اللہ کی محبت کا نور۔ اس لئے سالکین کو مشورہ دیتا ہوں کہ علم دین بھی ضرور حاصل کرنا چاہئے۔

خانقاہ کے ساتھ دارالعلوم کا قیام ضروری ہے

ایک تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جہاں خانقاہ ہو وہاں ایک دارالعلوم بھی ہو، کیونکہ جہاں دارالعلوم نہیں تھے وہاں پیروں کے انتقال کے بعد بدعت شروع ہوگئی اور طبلے سارنگی بجنے لگے۔ دیکھو! حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد وہاں کوئی بدعت نہیں ہوئی کیونکہ حضرت نے ایک مدرسہ قائم کر دیا تھا۔ تو جہاں جہاں دارالعلوم ہیں وہاں کسی کی مجال نہیں کہ طبلہ بجادے، اہلِ علم حضرات شریعت کا ڈنڈا لے کر پہنچ جائیں گے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے ولی اللہ تھے، مگر حضرت نے کوئی دارالعلوم نہیں بنایا تھا لہٰذا آج دیکھو ان کے مزار پر کتنی بدعات ہو رہی ہیں، تو ان حضرات کو فتنہ کا علم نہیں تھا۔ اس لئے یہ نصیحت یاد رکھو کہ جو کوئی خانقاہ بنائے وہاں ایک دارالعلوم ضرور ہو تاکہ چمگادڑ نما لوگ وہاں نہ آجائیں، وحیِ الٰہی کی روشنی میں چمگادڑ آ ہی نہیں سکتی، اس کو روشنی سے نفرت ہے، علمِ شریعت کے ساتھ بدعت نہیں آسکتی۔ یہ معمولی نصیحت نہیں ہے، مریدوں کے اعتقاد و جوش پر شاندار خانقاہ تو بن گئی، جیسے کسی کا کروڑ پتی مرید ہے اس نے خانقاہ تو بنادی لیکن وہاں ایک دارالعلوم بھی ضرور کھولو تاکہ وحیِ الٰہی کی روشنی قیامت تک رہے، آج پیر تو متبع شریعت ہے لیکن کل کو اس کی اولاد کا متبع شریعت ہونا لازم نہیں ہے، ضروری

نہیں ہے کہ پیر کا بچہ بھی پیر ہو، لہٰذا آگے چل کر جب بچوں نے دیکھا کہ ہم تو پیر نہیں بنے اور ہمیں کوئی نہیں پوچھتا تب انہوں نے ڈھول وغیرہ لا کر غلط طریقہ سے کمانا شروع کر دیا، بدعت شروع کر دی، بدعت جو ہے پیٹ سے نکلی ہے یہ پیٹ سے پھیلتی ہے۔

اپنے شیخ کے ساتھ دینی سفر عظیم الشان نعمت ہے

آج ماریشس کے اس سمندر کے کنارے ہم لوگ دین کے لئے جمع ہوئے ہیں اور سفر کر کے آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ سامنے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان مخلوق سمندر ہے۔ عبد العزیز سو جی کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہم لوگوں کے لئے ایسا مکان لیا ہے جہاں ایسا خوبصورت منظر ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی احسان ہے کہ انہوں نے ہم کو یہاں آنے کی توفیق دی ورنہ اگر وہ ہمیں توفیق نہ دیتے تو ہم سب اپنے اپنے گھروں سے چپٹے رہتے۔ تو اللہ کا دین سیکھنے کے لئے اپنے شیخ و مربی کے ساتھ سفر کرنا عظیم الشان نعمت ہے، یہاں آنے سے ہم سب کو صالحین کی صحبت مل گئی، الحمد للہ، مجھ کو بھی آپ حضرات کی صحبت مل رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا کتنا شکر ہے کیونکہ بڑے بڑے بادشاہوں کو یہ مزہ اور یہ سکون نصیب نہیں ہے۔ اگر بادشاہ اپنا خیمہ جنگل میں، سمندر کے کنارے لگا بھی لے تو بھی وہ بی بی سی سنتا رہتا ہے کہ ملک میں کوئی گڑ بڑ تو نہیں ہو رہی، ہر وقت اپوزیشن کے ڈنڈے کی فکر لگی رہتی ہے اور اللہ والوں کو صرف دو اپوزیشن کے ڈنڈے کی فکر رہتی ہے، ایک شیطان دوسرا نفس اور جب نفس کو کنٹرول کر لیا تو شیطان بھی اللہ کی مدد سے بھاگ جاتا ہے۔ بس صوفی کو ایک ہی غم ہے یعنی نفس کے مکر و کید کا، نفس کی ظاہری گناہوں سے بھی حفاظت کرو کہ حرام نظر سے بچو، ائیر ہوسٹسوں سے بچو، ورنہ سمندر کے ساحل پر اس وقت جتنے لوگ قلندر بن رہے ہیں اور چیلے بنے ہوئے اپنے گُرو کے ساتھ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اگر

انہوں نے ائر ہوسٹسوں سے نظر ملا لی اور حرام مزہ کا زہر دل کے اندر چلا گیا تو سمجھ لو کہ آپ کی قلندری یہ چیل لے اڑے گی قلندر کیا ہوگا پھر تو بندر ہو جائے گا، انسان بھی نہ رہے گا، نافرمانی سے آدمی بندر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ نے جن کو عذاب دیا ہے ان کو بندر ہی بنایا ہے:

﴿كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۶۵)

اور اگر صورتاً بندر نہ بنے تو باطن تو بندر ہو جائے گا۔ تو ایک تو اس گناہ سے بچو کہ کسی حسین پر نظر نہ ڈالو اور دل میں بھی گندے خیالات نہ لاؤ اور دوسرا اس گناہ سے بچو کہ اپنی بڑائی نہ آنے دو، جب کسی اچھے وصف پر شیطان وسوسہ پھونک مارے......

حضرت والا کی خوش طبعی

لیکن پہلے پھونک پر ایک قصہ سن لو، لندن میں میرے پاس ایک خوب موٹا تگڑا میمن آیا، اس نے کہا کہ مولانا ہمیں ایک پھونکا دے دو، میں نے زندگی میں یہ لغت کبھی نہیں سنی تھی، پھونک تو سنا تھا کہ بھئی! ہم کو پھونک مار دو لیکن اس نے پھونکا کہا تو مجھے بہت مزہ آیا، جب میں مزہ لیتا ہوں تو اعلان بھی کرتا ہوں، تو میں نے اعلان کر دیا کہ جس کو پھونکا لینا ہو وہ جلدی سے میرے پاس آجائے، دیکھو! اس میمن نے ہم سے پھونکا لیا ہے اگر کسی اور کو پھونکا لینا ہو تو وہ دیر نہ کرے۔ پس اگر شیطان کسی اچھی خوبی پر دل میں پھونکا مارے تو کہہ دو کہ یہ اللہ کی عطا ہے میرا کمال نہیں۔

دنیا کی عارضی بہاریں ملنے پر دعا

آج ماریشس کے ساحلِ سمندر کا یہ جغرافیہ کتنا حسین ہے لیکن دنیا کی بہاروں سے دھوکہ نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرو:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡأَلُكَ الۡجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیۡھَا مِنۡ قَوۡلٍ اَوۡ عَمَلٍ وَاَعُوۡذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیۡھَا مِنۡ قَوۡلٍ اَوۡ عَمَلٍ))

(سنن ابن ماجة، (قدیمی) کتاب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء، ص:۲۷۳)

اے اللہ! ہم سب آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ کیوں کہ اس جغرافیہ پر تو قیامت آنے والی ہے، کتنا ہی حسین منظر ہو، کتنی ہی مفرح شکل ہو مگر ہماری اس فرحت پر قیامت آنے والی ہے اور جنت پر کبھی قیامت نہ آئے گی تو ہم عارضی بہاروں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے کیوں نہ دائمی بہار مانگ لیں۔ جب عارضی بہار دیکھ کر دل میں مزہ آئے تو کیوں نہ ہم دائمی بہار مانگ لیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡأَلُكَ الۡجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیۡھَا اے اللہ! ہم کو جنت عطا فرما اور جنت میں لے جانے والے اعمال بھی نصیب فرما، عملِ مقرب وہ عمل ہے جو ہمیں جنت سے قریب کرے، اور آگے ہے وَاَعُوۡذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیۡھَا اور جہنم سے پناہ نصیب فرما اور گناہوں سے بچا کیونکہ یہی جہنم سے قریب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی غیب سے حفاظت فرماتے ہیں

تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، الحمد للہ اختر نے اوّل شاگردی مولانا رومیؒ سے کی کیوں کہ میں دیہات میں پڑھتا تھا، وہاں مجھ کو مثنوی مل گئی اور میرے قرآنِ مجید کے جو استاد تھے وہ زبردست آواز سے مثنوی پڑھتے تھے کہ ہندو کافر بھی ان کی آواز سن کر کھڑے ہوجاتے تھے، کافروں کو بھی اتنا مزہ آتا تھا۔ تو مولانا رومی نے فرمایا کہ کبھی کبھی اہل اللہ کو کسی ایسے معاملہ میں لوگ بدنام کرتے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لیکن انہیں گھبرانا نہیں چاہیے، اگر دشمن بدنام کرے تو گھبرانا نہیں چاہیے، یہ اللہ کی طرف سے کُونین ہے تاکہ تکبر اور بڑائی کا ملیریا نہ چڑھے، کُونین کڑوی دوا ہوتی ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو

ایک شخص نے لکھا کہ آپ گدھے ہیں نعوذ باللہ، تو حضرت نے سب کو پڑھ کر سنا بھی دیا، یہ انہی کا دل تھا اور فرمایا کہ دیکھو! تم لوگ ہم کو حکیم الامت لکھتے ہو جبکہ ایک شخص نے لکھا ہے کہ آپ گدھے ہیں پھر فرمایا کہ یہ کُونین اللہ بھیجتا ہے تا کہ دولتِ کونین حاصل ہو، دیکھو حضرت کی اردو، پھر فرمایا کہ اس سے تکبر اور بڑائی نہیں آتی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے لئے کبھی ایسا بھی کوئی انتظام کر دیتے ہیں لہٰذا گھبرانا نہیں چاہیے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے بسا زر را سیہ تابش کنند
تا شود ایمن زتاراج و گزند

کبھی کبھی عالمِ غیب سے سونے کی ڈلی کو سیاہ تاب کر دیا جاتا ہے یعنی اس پر کالا کالا تارکول لگا دیتے ہیں تا کہ چور ڈاکو سونے کو نہ پہچان سکیں اور وہ چوری ہونے سے بچ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اولیاء کو چوری ہونے سے بچاتے ہیں یعنی کبھی کبھی کوئی ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں بے وقوف لوگوں کے ذریعہ بچا لیتے ہیں جو اُن پر غلط الزام لگاتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں جبکہ جو عقل مند ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط بات ہے۔

اللہ والوں کی برائی کرنے والا ولی اللہ نہیں ہوسکتا

کیونکہ مولیٰ والا لیلیٰ چور نہیں ہوسکتا، وزیر اعظم آلو نہیں چرا سکتا ؎

متہم کم کن بُدزدی شاہ را
عیب کم گو بندۂ اللہ را

اللہ والوں پر چوری کا الزام مت لگاؤ، زبان سے اللہ والوں کا عیب مت نکالو ورنہ محروم ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے۔ آپ کسی کے بیٹے کی برائی کیجئے تو باپ کو غصہ آتا ہے یا نہیں؟ تو جو لوگ اللہ والوں کی برائی کرتے ہیں تو

اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے رجسٹر سے ان کا اخراج کر دیتے ہیں کہ تم اس قابل نہیں ہو کیونکہ ہمارے دوستوں کو برا کہتے ہو، ہم تم کو اپنا دوست نہیں بنائیں گے۔ اس لئے اللہ والوں کے متعلق اپنی زبان کو خاموش رکھو۔

ایک صاحب ہمارے پیر بھائی بھی تھے اور ہمارے شیخ مولانا عبدالغنی صاحب کے مجازِ صحبت بھی تھے، انہوں نے اپنے شیخ کی شکایت ان کے شیخ یعنی حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجی کہ مولانا عبدالغنی صاحب بہت غصہ والے ہیں، ذرا سی دیر میں ایک دم غصہ آجاتا ہے۔ تو حضرت تھانوی نے لکھا کہ ہماری جماعت میں غصہ والا بھی ہونا چاہیے، اگر سب لوگ نرم ہوں گے تو دشمن ہمیں کھا جائیں گے ؎

ہر گُلے را رنگ و بوئے دیگر است

ہر پھول کا رنگ الگ ہے، کسی میں جمال غالب ہے، رحمت غالب ہے، کسی میں جلال ہے۔

حضرت پھولپوریؒ کا مقامِ فنائیت

لیکن حضرت کا غصہ کیسا تھا؟ ایک نوجوان پر حضرت کو غصہ آیا اور اسے کچھ سخت کہہ دیا پھر خیال آیا کہ یہ میرا مرید بھی نہیں ہے، میرا شاگرد بھی نہیں ہے پھر میں نے اس پر سخت غصہ کیوں کیا؟ اللہ کے ایک بندہ کو اتنا کیوں ڈانٹا؟ مجھ سے ظلم ہوگیا۔ تو حضرت عصر کے بعد ایک میل دور معافی مانگنے اس کے گھر گئے۔ اتنا بڑا عالم اور اللہ والا جو آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتا ہو، اس نے اپنے کو کچھ نہیں سمجھا کہ میں کوئی چیز ہوں اور حضرت نے مجھ سے خود فرمایا کہ مجھ کو اتنی پریشانی ہوئی، قیامت کا ایسا خوف آیا کہ اللہ اگر پوچھے گا کہ تم نے میرے ایک بندہ کو اتنا زیادہ کیوں کہہ دیا جبکہ وہ تمہارا شاگرد بھی نہیں تھا، تمہارا مرید بھی نہیں تھا تو حضرت

نے فرمایا کہ میں غم و پریشانی میں راستہ بھول گیا اور کھیتوں میں گھستا ہوا بہت دیر کے بعد وہاں پہنچا، اس موضع کا نام شدنی پور تھا، پھولپور سے ایک میل دور تھا، تو اس آدمی کو وہاں پکڑا اور کہا کہ بھئی! مجھ کو معاف کردو، آج میں نے تم کو بہت زیادہ ڈانٹا ہے حالانکہ تم میرے مرید بھی نہیں ہو، شاگرد بھی نہیں ہو۔ تو اس نے کہا کہ مولانا! آپ تو میرے باپ جیسے ہیں، باپ کو حق ہے بیٹے کو ڈانٹنے کا۔ آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! باپ کہنے سے ہم نہیں جائیں گے، لہٰذا جب تک تم یہ نہیں کہو گے کہ میں نے معاف کردیا میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، حضرت نے اس کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ ہمیں معافی دے دو، کہہ دو کہ ہم نے معاف کردیا اور قیامت کے دن تم ہم کو نہیں پکڑو گے کیوں کہ قیامت کے دن معلوم نہیں عبدالغنی کا کیا حال ہوگا، بس حضرت معافی مانگ کر واپس آئے اور فرمایا کہ اسی رات مجھے حضور ﷺ کی اس طرح زیارت ہوئی کہ دو کشتیاں ہیں، ایک کشتی پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور پیچھے کچھ فاصلہ پر میری کشتی ہے، اس پر میں اکیلا بیٹھا ہوں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! مولانا عبدالغنی کی کشتی کو میری کشتی سے جوڑ دو، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری کشتی کو پکڑا اور گھسیٹ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی سے کھٹ سے ملا دیا۔ تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ آج تک اس کھٹ سے جڑنے کی آواز کا مزہ آرہا ہے۔ حضرت شاعر نہیں تھے مگر اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں پیش کیا۔

مضطرب دل کی تسلی کے لئے
حکم ہوتا ہے ملا دو ناؤ کو

اللہ والوں کا غصہ بھی اللہ کے لیے ہوتا ہے

تو دیکھئے کہ حضرت میں کیسا غصہ تھا، یہ غصہ اللہ کے لئے ہوتا تھا۔

رانی کی سرائے، اعظم گڑھ سے پہلے ایک اسٹیشن ہے، وہاں عصر کا وقت ہوگیا، حضرت کو ایک ریل پکڑنی تھی، تو حضرت اُس اسٹیشن کی فٹ پاتھ پرا کیلے نماز پڑھ رہے تھے اور درود شریف پڑھ کر سلام پھیرنے ہی والے تھے کہ دو ہندو ٹھا کر لاٹھی لئے گذرے، انہوں نے آپس میں بات کی کہ یہ مولوی بہت فسادی ہے، ہندو اور مسلمانوں کو لڑواتا ہے، تو حضرت نے سلام پھیر کر اپنی لاٹھی اٹھائی جس کا نام عبدالجبار رکھا ہوا تھا، وہ ہر وقت سرسوں کے تیل میں ڈوبی رہتی تھی اور اتنی وزنی تھی کہ ہم سے تو اٹھانا بھی مشکل تھا مگر حضرت اسے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر چلاتے تھے، حضرت پہلوان تھے اور ان کا سینہ اتنا آگے کو نکلا ہوا تھا کہ بالکل ناک کی سیدھ میں تھا، حضرت فرماتے تھے کہ تم لوگ تو ایک چمچہ گھی کھاتے ہو اور ہم دال میں ڈیڑھ پاؤ اصلی گھی ڈال کر کھاتے تھے۔ تو حضرت نے عبدالجبار اٹھایا اور کھڑے ہو کر فرمایا خبیثو! تم مجھ کو فسادی کہتے ہو، بس ان دونوں کو دوڑا دیا، دونوں وہاں سے دم دبا کر بھاگ نکلے۔

اور ایک مرتبہ میں اور میرا ایک پیر بھائی، حضرت کے ساتھ اُسی اسٹیشن پر ریل کا انتظار کر رہے تھے کہ کالج کے بیس نوجوان لڑکے جو ہولی کا تہوار منا رہے تھے وہ حضرت پر رنگ ڈالنے کے لئے دوڑے۔ ہندوستان میں ہولی کے زمانہ میں اگر کسی عالم پر رنگ ڈال دیا جاتا تھا تو مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے تھے، وہ اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں کہ ہمارے عالم کی بے عزتی ہوئی۔ تو ہم دونوں نے سوچا کہ جان دے دیں گے کیونکہ بیس آدمیوں سے مقابلہ ہے اور سب تگڑے جوان ہیں، ہم نے بھی تیاری کر لی اور میرے شیخ نے بھی اپنی لاٹھی عبدالجبار کو ہاتھ میں لے لیا۔ جب حضرت کو غصہ آتا تھا تو سینہ اور پھیل جاتا تھا، آنکھیں لال ہو جاتی تھیں اور گردن کی رگیں پھول جاتی تھیں۔ ایک ہندو کہتا تھا کہ مولانا جب ڈانٹتے ہیں، غصہ میں للکارتے ہیں تو ہم لوگوں کا

دھوتی میں جھاڑا نکل جاتا ہے۔ تو حضرت نے جب کھڑے ہو کر ان کو للکارا اور کہا خبیثو! اگر تم رنگ سے ہولی کھیلتے ہو تو ہم تمہارے خون سے ہولی کھیلیں گے، بس سب بھاگ نکلے۔

حضرت پھولپوریؒ کی غیرتِ ایمانی اور شجاعت کا واقعہ

اللہ نے حضرت کو ایسی ہیبت دی تھی کہ ہندوؤں کے ایک میلہ میں جس میں دس ہزار ہندو تھے اور وہ میلہ دس دن تک رہتا تھا، اس میں وہ سیتا رام کا ناٹک دِکھاتے تھے کہ ایک خبیث جن ان کے دیوتا رام کی بیوی سیتا کو لے کر بھاگ گیا۔ بتایئے! ان کے خدا ایسے تھے جن کی بیوی کو کوئی جن لے بھاگا تو اسے چھڑا بھی نہ سکے اور پھر اس جن نے سیکنڈ ہینڈ کر کے بیوی کو واپس کیا تو اس کو لے بھی لیا، اور ان کے مصنوعی خدا کو شرم بھی نہ آئی۔

اکبر الٰہ آبادی شاعر ایک مشاعرہ میں شریک تھے، مشاعرہ کا صدر وہاں کا کمشنر تھا، اس کا نام سیتا رام تھا، اکبر الٰہ آبادی نے اس کمشنر کے بارے میں کہا ؎

نر ہے یا مادہ عجب ترکیب ہے اس نام کی
کچھ حقیقت ہی نہیں کھلتی ہے سیتا رام کی

سیتا مؤنث یعنی عورت ہے اور رام مرد ہے تو یہ نر ہے یا مادہ؟ اس نام کی عجیب ترکیب ہے، یہ کیسی ترکیب ہے؟ تو وہ مارے شرم کے اٹھ کر بھاگ گیا۔

تو ہندو اس جن کو راکھشس یعنی خبیث شیطان کہتے ہیں اور اس کا پتلا بنا کر جلاتے ہیں۔ بجنور سے ایک اخبار "مدینہ" نکلتا تھا اس میں قرآن شریف کا پورا ایک رکوع تھا، ہندوؤں نے وہ اخبار اس جن کے پتلے میں لگایا ہوا تھا اب ان کافروں کو کیا معلوم کہ یہ قرآن پاک ہے، اب اس شیطان کے پتلے کو اس

ضد میں دیا سلائی لگانے والے تھے کہ یہ ہمارے خدا کی بیوی لے کر بھاگا تھا۔ حضرت کو ایک آدمی نے خبر دی کہ حضرت سیتا رام کے ناٹک میں قرآن مجید جلایا جا رہا ہے۔ بس حضرت نے لاٹھی اٹھائی اور دس ہزار کے مجمع میں پہنچ گئے۔ حضرت کے ساتھ ان کے ایک شاگرد مولوی شمس الحق تھے بس اور کوئی نہیں تھا اور حضرت نے ان کو بھی بلایا نہیں تھا کہ میرے ساتھ چلو، وہ مسجد میں موجود تھے لہٰذا حضرت کے ساتھ چلے گئے۔ ہے کسی کی ہمت کہ اکیلا دس ہزار کے مجمع میں چلا جائے؟ تو حضرت نے ان کو لاٹھی دکھائی اور کہا کہ عبدالغنی پانچ سو کافروں کو مار کر شہید ہوگا اور یہ مشہور تھا کہ حضرت پانچ سو کے لئے تنہا کافی ہیں، حضرت نے دس برس لاٹھی اور تلوار چلانا سیکھی تھی۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر ہم کو ہندوؤں سے لڑنا ہوا، جہاد کرنا ہوا تو ہماری فوج اعظم گڑھ سے آئے گی اور اشارہ حضرت عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا۔ بس ہندوؤں نے وہاں سے اخبار نکال کر حضرت کو دے دیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ ہم آپ سے نہیں لڑیں گے کیونکہ آپ پانچ سو آدمیوں کے لئے اکیلے کافی ہیں۔

حضرت پھولپوریؒ کے شاگرد کا چودہ ہندو پہلوانوں سے مقابلہ

حضرت سے لاٹھی میں بھی سیکھتا تھا اور مولانا ابرارالحق صاحب بھی سیکھتے تھے، ہم دونوں مل کر لاٹھی سیکھتے تھے۔ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا شیخ بنایا تھا اور ان کی خدمت میں ایک ایک ماہ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ پھولپور کے ہندوؤں نے بنارس کے چودہ پہلوان بلائے کہ بھئی! مولانا کا یہاں بڑا رعب جم رہا ہے کہ مولانا بہت اچھی لاٹھی چلانا جانتے ہیں لہٰذا تم ان سے مقابلہ کرو۔ ہمارے شیخ کے مدرسہ کا احاطہ بہت بڑا تھا، اب چودہ ہندو پہلوانوں نے کہا کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا کیسے

جیتتے ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ مجھ سے کیا لڑیں گے میرے شاگرد ہی سے لڑلیں تو بڑی بات ہے، یہ کہہ کر اپنے شاگرد کو حکم دیا کہ تم ان سے لڑو۔ اس نے جو لاٹھی چلائی تو جتنے پہلوان تھے کسی کا کان کٹ کر اِدھر گیا، کسی کی ناک پھٹ کر اُدھر گئی۔ تو چودہ پہلوان وہاں سے بھاگے اور سب چلّا رہے تھے کہ ارے! یہ مدرسہ نہیں ہے، یہ پولیس لائن ہے، پولیس لائن۔

حضرت پھولپوریؒ کبھی کسی سے خوفزدہ نہیں ہوئے

الحمد للہ! اختر ایسے بزرگوں کے ساتھ رہا ہے، تو ہمارے حضرت تو جانتے ہی نہیں تھے کہ خوف کیا چیز ہے۔ ایک مرتبہ حضرت کے ایک جہاد میں میں بھی شریک تھا۔ پھولپور کے قریب ایک تحصیل ہے، وہاں مسلمانوں نے اسٹیشن سے آگے ایک چھوٹی سی مسجد بنالی تھی، تو وہاں سے خبر آئی کہ حضرت! تحصیل والی مسجد شہید کی جارہی ہے، بس حضرت نے اپنی لاٹھی عبد الجبار اٹھائی اور وہاں پہنچ گئے اور میں بھی ساتھ تھا، تو دیکھا کہ بڑے بڑے تگڑے ہندو کھڑے ہیں جو دنیاوی لحاظ سے بھی بڑے عہدہ والے تھے، ان کے لیڈر تھے، وہاں لیڈروں کو نیتا کہتے ہیں۔ تو اس وقت میں نے حضرت کا ایمان دیکھا کہ ہندوؤں کے اتنے بڑے مجمع میں فرمایا او خبیثو! نالائق مردودو! اگر مسجد کو ہاتھ لگایا تو تمہاری لاشوں کو اس مسجد کی بنیاد میں دفن کردوں گا۔ تو ایسی ڈانٹ لگائی کہ سب ہاتھ جوڑنے لگے کہ مولانا! معاف کردو اور بھاگ کھڑے ہوئے، یہ میرے سامنے کا قصہ ہے، تو حضرت کبھی نہیں ڈرے کہ مجمع کیا چیز ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نے مجھ سے خود فرمایا کہ میں تھانہ بھون سے ریل میں واپس جارہا تھا تو ایک بندوق والے سکھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کردی، میں نے اس کو مارنے کے لئے اپنی لاٹھی اٹھائی، اتنے میں ایک

اسٹیشن آ گیا،تو وہ اسٹیشن پر اتر کر اسٹیشن ماسٹر کے کمرہ میں گھس گیا، میں نے کہا کہ اگر مرد ہو تو باہر آ جاؤ، وہاں ایک دم مجمع لگ گیا، ٹی ٹی اور گارڈ سب حیران ہو گئے کہ یہ کون مولانا ہے جو ایک بندوق والے کو اپنی لاٹھی سے مارنے کے لئے کھڑا ہے۔

حضرت پھولپوریؒ نے اپنی پہلوانی اللہ تعالیٰ پر فدا کی

تو حضرت کو اللہ نے عجیب وغریب مقام دیا تھا مگر حضرت کی پہلوانی اللہ پر فدا ہوئی۔ حضرت نے دس برس پہلوانی کی، خوب ورزش کی، حضرت کا بدن لوہے کی طرح تھا، جب میں سردی میں حضرت کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا تو اتنی طاقت سے دبانا پڑتا تھا کہ مجھے سخت سردی میں پسینہ آجاتا تھا جبکہ لوگ سوئٹر اور رضائی اوڑھے ہوتے تھے۔ تو حضرت نے اپنی پہلوانی کی طاقت اس طرح اللہ پر فدا کی کہ رات کو تین بجے اٹھتے اور زبان پر سب سے پہلا شعر یہ ہوتا ؎

عشق من پیدا و دلبر ناپدید
در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

میرا وضو کرنا اور تین بجے رات کو اٹھنا تو ظاہر ہے، دنیا دیکھتی ہے مگر میرا محبوب پوشیدہ ہے جس کے لئے میں رات کو اٹھ رہا ہوں، دونوں عالم میں کوئی ایسا محبوب ہو تو دکھاؤ جو نظر نہ آئے اور اس کے لئے مسلمان کیسی محنتیں مشقتیں کر رہے ہیں۔ تو اس شعر سے حضرت کی صبح کا آغاز ہوتا تھا۔

حضرت پھولپوریؒ کی عاشقانہ عبادت

اس کے بعد وضو کر کے بارہ رکعات تہجد پڑھتے تھے اور ہر دو رکعات کے بعد اللہ سے اتنا روتے تھے کہ دور تک رونے کی آواز جاتی تھی، دس برس تک اہل اللہ کا یہ منظر اختر نے دیکھا ہے، یہ معمولی نعمت نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا

احسانِ عظیم ہے جس کا اختر شکر ادا نہیں کرسکتا۔ حضرت دو رکعات پڑھنے کے بعد جگہ بدل دیتے تھے، دو رکعات یہاں پڑھی پھر چند قدم دائیں یا بائیں ہوکر دو رکعات پڑھی۔ میں نے علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط دیکھی، اس میں لکھا تھا کہ جب نفلیں پڑھو تو جگہ چھوڑ کر پڑھو، لِتَعَدُّدِ الشَّوَاهِدِ عَلَى الْخَيْرِ تاکہ تمہارے نیکی کے گواہ تعداد میں زیادہ ہوجائیں۔ زمین کے جن حصوں پر نیک کام کیے وہ سب گواہی دیں، تمہاری بھلائی کے گواہوں کی تعداد بڑھ جائے۔

حضرت پھولپوریؒ کا حسن تلاوت

قصیدہ بردہ کے سو سے زیادہ اشعار ہیں حضرت سارے اشعار پڑھتے تھے، اس کے بعد بارہ تسبیحات کرتے تھے اور حضرت کی آواز ایسی پیاری تھی کہ ایک دفعہ ہندوؤں کی بارات جارہی تھی اور حضرت فجر کی نماز پڑھارہے تھے تو بارات کھڑی ہوگئی، وہاں سے ہٹ نہیں سکی، کہا کہ ہم یہاں سے ہٹ نہیں سکتے، یہ عجیب وغریب آواز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے شیخ کو بڑی پیاری آواز دی تھی۔ بارہ تسبیحات کے بعد حضرت فجر کی نماز کی امامت خود فرماتے تھے اور ایسی پیاری نماز پڑھاتے تھے کہ مزہ آجاتا تھا، اس کے بعد مناجاتِ مقبول کی ساتوں منزلیں روزانہ پڑھتے تھے، ہم لوگ ایک منزل بھی نہیں پڑھ پاتے اور حضرت سات منزلیں روزانہ زبانی پڑھتے تھے، دیکھ کر نہیں پڑھتے تھے، پچاس ساٹھ سال سے پڑھتے پڑھتے سب یاد ہوگیا تھا اور حضرت کمر سیدھی کرکے بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ کمر نہ جھکانا ورنہ کبڑے ہوجاؤ گے، اور کرتہ کے بٹن سب کھلے ہوتے تھے اور بال عجیب مستانہ انداز میں بکھرے رہتے تھے۔ دورانِ تلاوت جب دس بیس آیت کے بعد اللہ کا نعرہ لگاتے تھے تو پوری مسجد ہل جاتی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے ریل کے انجن میں اسٹیم زیادہ ہوگئی تو ڈرائیور نے اس کا ڈھکن کھول دیا ہو

ورنہ انجن پھٹ جائے۔ تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ حضرت دل سے اللہ کا نعرہ لگا رہے ہیں تا کہ اندر کی اسٹیم نکل جائے، اور روزانہ پانچ پارے تلاوت کرتے تھے، کبھی کبھی دس پارے بھی ہو جاتے تھے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ رات تین بجے سے گیارہ بجے تک ستر سال کی عمر میں آٹھ گھنٹہ حضرت تلاوت کرتے رہے اور درمیان میں دس بیس آیت کے بعد زور سے اللہ کے نعرے لگاتے رہے، اور جب حضرت اللہ کہتے تھے تو میں اپنے دل کو حضرت کے دل سے ملا لیتا تھا تا کہ کبھی ایسی آہ مجھ سے بھی نکلے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! آٹھ گھنٹے ہو گئے، ستر سال کا بوڑھا ہوں مگر میں نے کمر بھی سیدھی نہیں کی۔ اور عبادت میں حضرت کے آنسو بہتے رہتے تھے، حضرت کی عبادت زاہدانہ نہیں تھی عاشقانہ تھی جیسے کوئی بھوک میں کباب و بریانی کھا رہا ہو حضرت ایسے عبادت کرتے تھے، ایسے اللہ کہتے تھے۔ اور جب ان کا وعظ شروع ہوتا تو ایک آنسو حضرت کے رخسار پر آ کر ٹھہر جاتا تھا۔ ہماری جو انتہا میں کیفیت ہوتی ہے حضرت کی ابتدا وہاں سے ہوتی تھی۔ جب وعظ شروع کیا تو ایک آنسو رخسار پر آ کر ٹھہر گیا، وہ چمکتا رہتا تھا، گرتا بھی نہیں تھا، گویا اس نے اپنی سیٹ ریزرو کرا لی تھی۔

بہت سے علماء حضرت کی عبادت ہی دیکھ کر عاشق ہو جاتے تھے، مجنوں کی کیا مثال دوں، حضرت جنگل کی فضاؤں میں اللہ لکھتے تھے جہاں آدمی بھی زیادہ نہیں ہوتے تھے، کبھی ندی کے کنارے بھی جا کر عبادت کرتے تھے۔ حضرت صبح کو ناشتہ نہیں کرتے تھے، فجر کے بعد سے ایک بجے تک عبادت تو خوب ہوتی مگر ایک قطرہ پانی بھی نہیں پیتے تھے، بارہ ایک بجے خوب بھوک لگتی تھی پھر دال روٹی میں بھی بریانی کا مزہ آتا تھا اور اختر نے بھی دس سال تک ناشتہ نہیں کیا کیوں کہ شرم آتی تھی کہ شیخ ناشتہ نہ کریں اور ہم ناشتہ کریں، تو مرید کو

شرم آتی ہے، میں نے کہا کہ میں بھی ناشتہ نہیں کروں گا، جب آپ کھائیں گے تو کھاؤں گا، آپ نہیں کھائیں گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا اور میں کبھی حضرت کو چھوڑ کر دوستوں میں جا کر ہنستا بولتا نہیں تھا، جب تک حضرت عبادت کرتے تھے میں سنتا رہتا تھا کیونکہ اتنی عبادت کی مجھ میں طاقت نہیں تھی، جب حضرت قرآن پڑھتے تھے تو میں سنتا رہتا تھا مگر مجھ کو اس میں مزہ بہت آتا تھا۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے بھی حضرت کو اپنا پیر بنایا تھا اور باقاعدہ اصلاحی خط لکھتے تھے کہ کاغذ کے ایک طرف اپنا حال لکھتے تھے اور ایک طرف جواب کے لیے خالی حصہ چھوڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کا نورِ قلب

تو بزرگوں کی باتیں یاد آگئیں اس لیے عرض کردیں۔ اب وہ بات پیش کرتا ہوں جس کا میں نے وعدہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب میں ایک نور داخل کرتے ہیں جس کا ثبوت قرآنِ پاک کی ایک آیت اور ایک حدیث شریف سے پیش کرتا ہوں، آیت ہے:

﴿وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ﴾

(سورۃ الانعام، آیت:۱۲۲)

ہم ان کو ایک نور دیتے ہیں جو اس شعر کا مصداق ہے ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

مطلب یہ کہ پورے عالم میں یہ لوگ جہاں بھی جاتے ہیں لندن ہو، جرمنی ہو، بزنس ہو، بیوپار ہو، یہ اپنے قلب میں اس نور کو لئے رہتے ہیں، میرا نور ان کو کھینچے رہتا ہے، مجال نہیں کہ اِدھر اُدھر عورتوں کو، ٹیڈیوں کو دیکھ لیں ۔

ناریاں مر ناریاں را طالب اند
نوریاں مر نوریاں را جاذب اند

ان کے نور کو میرا نور کھینچے رہتا ہے۔ جیسے کمپاس یعنی قطب نما کو جدھر چاہے گھما لو اس کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے کیوں کہ اس پر مقناطیس لگا ہوتا ہے اور مقناطیس کا مرکز شمال ہے، تو جب تک سوئی پر مقناطیس لگا ہوا ہے اس کو جدھر چاہے گھماؤ وہ تڑپتی رہے گی جب تک شمال کی طرف اپنا قبلہ صحیح نہ کر لے کیوں کہ اس سوئی کی نوک پر مکھی کے سر کے برابر مقناطیس لگا رہتا ہے اور شمال میں مقناطیس کا جو مرکز ہے اس کی مقناطیسی لہریں اس سوئی کو اپنی طرف کھینچے رکھتی ہیں لیکن اگر سوئی کی پالش کھرچ دو پھر کمپاس کو جدھر چاہو گھما لو اس کی سوئی نہیں تڑپے گی۔ تو اللہ کے نور کی لہریں سارے عالم میں چل رہی ہیں جو اللہ اللہ کرتے ہیں ان کے قلب کی سوئی میں اس نور کی پالش لگ جاتی ہے تو ان لہروں کی وجہ سے ان کے دل کے قبلہ کو ہر وقت حق تعالیٰ کا مرکزِ نور، عرشِ اعظم کی طرف کھینچے رہتا ہے، اگر ان سے کبھی کوئی گناہ ہو جائے یا کوئی حسین اپنی طرف کھینچے تو ان کا دل تڑپنے لگتا ہے جب تک کہ پھر سے اپنا رخ صحیح نہ کر لے۔ کمپاس کی مثال سمجھ گئے آپ لوگ، آپ کے پاس کمپاس ہو تو میں ابھی دکھا دوں۔ جب اللہ کسی بندہ کو اپنا نور دیتا ہے تو اس نور کی وجہ سے وہ سارے عالم میں جہاں بھی جاتا ہے اللہ ہی کا بن کر رہتا ہے، اَلنَّاسُ میں الف لام استغراق کا ہے یعنی اس سے نہ جرمن مستثنیٰ ہے، نہ لندن کا ائر پورٹ مستثنیٰ ہے، وہ جہاں بھی جائے گا وہ نور اس کو اللہ سے غافل نہیں ہونے دے گا، اس کو وصلِ دوام رہے گا، اس کو فصلِ عارضی بھی نہیں ہو سکتا، وہ فصلِ عارضی بھی برداشت نہیں کر سکتا، اللہ والا اپنے اللہ کی جدائی کو برداشت نہیں کر سکتا، وہ جان بوجھ کر بھلانا بھی چاہے کہ اس وقت اللہ میاں یاد نہ آئیں میں ذرا گناہ کا مزہ لینا چاہتا ہوں تو بھی اس کے دل سے اللہ کا خیال اور عظمت نہیں

ہٹے گی۔خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آ رہے ہیں
وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ اللہ ایک سانس بھی ہم سے الگ نہ ہو اور ہم ہر گناہ سے بچے رہیں تو یہی نور حاصل کرلو، یہی نور حاصل کرنے کے لئے ہم سمندر کے کنارے آئے ہوئے ہیں، وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ اللہ والا اپنے دل میں ہر وقت اس نور کو لئے رہتا ہے۔اس آیت کی تفسیر پر خواجہ صاحب کا ایک شعر ہے ؎

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کئے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کئے ہوئے

اللہ کے عاشقوں کا کوچۂ جاناں یعنی محبوب کی گلی پورا عالم ہے، وہ جہاں جاتے ہیں اللہ کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں، يَمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ اس نور کو ساتھ رکھنا گویا خدا کو ساتھ رکھنا ہے، وہ کسی وقت اللہ سے دور نہیں ہوتے، ہر وقت اللہ پر فدا ہوتے ہیں لہٰذا اگر زندگی کا مزہ لینا ہے تو اس نور کو حاصل کرو ورنہ گراؤنڈ فلور کے گو کے کیڑے رہو گے ایک دن موت آئے گی پھر پتہ چلے گا کہ کہاں مرے تھے، کس پر مرے تھے اور کیوں مرے تھے اور رومینٹک دنیا کے جتنے لوگ ہیں یہ اس دنیا میں بھی معذب ہیں، کسی کو چین نہیں ہے۔ان کا چہرہ بتادیتا ہے کہ ان کے دل کے اندر دھواں ہے، آگ لگی ہوئی ہے۔اللہ والوں کا، اہلِ تقویٰ کا چہرہ دیکھ لو اور رومینٹک اور بدنظری کر کے جو آئے اس کا چہرہ دیکھ لو، چاہے وہ نمازی بھی ہو، روزہ بھی رکھتا ہو، گول ٹوپی بھی پہنتا ہو لیکن بدنظری کے بعد اس کے چہرے کو دیکھو، اس کے چہرہ پر:

((لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ))

(مشکوٰۃ المصابیح (قدیمی)، کتابُ النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ، ص:۲۷۰)

کا اثر ہوتا ہے۔

نظر کی حفاظت سے دائمی چین نصیب ہوگا

اس لئے کہتا ہوں کہ کب تک ان مُردوں کی پالش دیکھتے رہو گے۔ بتائیے میر صاحب! یہ کیسا جملہ ہے کہ کب تک مُردوں کی پالش دیکھتے رہو گے، اگر میری نہیں مانو گے تو میں نالش کردوں گا، اگر آپ اربابِ دانش ہیں تو میری بات مان لیں، میری بات مان لیں کب تک مُردوں کی پالش پر مرتے رہو گے۔ اگر ایک پلیٹ ہے اور اس میں پاخانہ رکھا ہے اور اس پر سونے چاندی کا ورق چڑھا ہوا ہے تو کوئی اس کو کھائے گا؟ تو ہمیں بھی علم الیقین ہے کہ ان حسینوں کے پیٹ میں گُو مُوت بھرا ہوا ہے لہٰذا ان کے گالوں کو مت دیکھو، یہ فتنہ اور آزمائش ہے۔ اللہ نے نمکینوں کو پیدا کیا مگر ہمیں حکم دیا کہ دیکھو تمہارا دل حسینوں کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوگا مگر میرے خوف سے اگر تم نے نظر ہٹالی تو تمہارا یہ بے چین دل میری محبت سے چین پاجائے گا بلکہ دائمی چین پاؤ گے اور اس بدنظری سے تھوڑا سا عارضی حرام مزہ تو ملے گا مگر ہوش اُڑ جائیں گے، بے چین رہو گے، دل میں اختلاج شروع ہوجائے گا، عرق بید مشک پینا پڑے گا۔ کہتا ہوں کہ ہم سب حکیم الامت کے غلام ہیں لہٰذا ان کے دو جملے نوٹ کرلو کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے اور نظر بازی اس کا مقدمہ ہے تو نظر بازی ہی سے عذابِ الٰہی شروع ہوجاتا ہے یعنی دل کا چین اڑ جائے گا اور جو دوزخ کا مزاج ہے وہی رومینٹک دنیا والوں کا مزاج ہے یعنی نہ انہیں موت آتی ہے نہ ان ظالموں کو حیات ملتی ہے۔

اب ذرا اپنے پردادا پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات بھی سنو فرماتے ہیں کہ جو لوگ شکلوں پر مرتے ہیں ایک دن ان کا انجام عداوت اور نفرت ہوگا۔ یعنی جب شکل بگڑ جائے گی تو اس سے نفرت ہوگی اور جب نفرت ہوگی تو اس سے دشمنی کرے گا، کہے گا کہ دیکھو! پہلے ہمارے پیچھے پڑا رہتا تھا

اب پوچھتا بھی نہیں۔ لہٰذا کوئی کتنا بھی حسین ہو اس کو مت دیکھو۔

تو قرآن پاک کی آیت سے ثبوت مل گیا نا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو ایک نور عطا فرماتا ہے اور وہ اس نور کو سارے عالم میں لئے پھرتے ہیں، وہ نور مسجد میں بھی ہوگا، ملتزم پر بھی ہوگا، روضۂ مبارک پر بھی ہوگا، سارے عالم میں جہاں جائے گا اللہ کا وہ نور اس کے دل میں رہے گا، اس کا اللہ سے رابطہ اور تعلق ہمیشہ قائم رہتا ہے:

﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾

(سورۃ الکھف، آیت:۱۴)

اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں رابطہ رکھتے ہیں۔

قلب میں نورِ ہدایت داخل ہونے کی علامت

اب حدیث شریف کی دلیل بھی سن لو کہ اللہ تعالیٰ جس کے قلب میں نور ڈالتے ہیں، اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے:

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾

(سورۃ الانعام، آیت:۱۲۵)

تو اس کا سینہ اپنی فرماں برداری کے لئے کھول دیتے ہیں، يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وہ فرماں بردار رہتا ہے، اس میں گناہ چھوڑنے کی ہمت آجاتی ہے، اس کا لومڑیانہ مزاج بدل جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

وَلَا تَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ

(تفسیر المظھری، ج۶، ص۲۳۳، مکتبہ رشیدیہ، سورہ حٰم السجدۃ، آیت۳۰)

اللہ کے راستہ میں لومڑیوں کی چال مت چلو، راہِ فرار مت اختیار کرو کہ ائر ہوسٹس کو دیکھا تو اللہ کو بھول گئے اور لومڑی کی طرح دل میں اس کے خیالات آنے لگے اور آپ بلبلانے لگے لہٰذا لومڑیانہ زندگی چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتادیا کہ جس کو ہم ہدایت کا نور دیتے ہیں اس میں لومڑی پن نہیں ہوتا

يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ اس کا سینہ ہدایت کے لیے کھل جاتا ہے۔

منبرِ نبوی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرحِ صدر کی تفسیر

جب یہ آیت نازل ہوئی تو فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدِ نبوی کے منبر پر اعلان فرمایا کہ آج یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا مَا هٰذَا الشَّرْحُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شرحِ صدر کیا ہے؟ سینہ کیسے کھلتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ))

(مشکوٰۃ المصابیح، (قدیمی) کتاب الرقاق، ص:۴۴۶، قَالَ الْقَارِئُ اَیْ اِنْشَرَحَ (مرقاۃ ج۹، ص۴۱۶))

جب اللہ کی ہدایت کا نور دل میں آتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے، اس کو ہر گناہ سے بچنا آسان ہوجاتا ہے، وہ شیرانہ زندگی گذارتا ہے، جانباز ہوجاتا ہے، باوفا ہوجاتا ہے، اہلِ وفا ہوجاتا ہے،

اِنَّ النُّوْرَ اِذَا قُذِفَ فِي الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَهُ الصَّدْرُ

(احیاء علوم الدین الامام غزالیؒ، کتاب العلم ج۱، ص۷۷، دار المعرفۃ بیروت)

تو ثابت ہوا کہ خدا کے عاشق کے دل میں نور داخل کیا جاتا ہے۔ اب سمجھ میں آیا کہ تصوف مدلل ہوا کہ نہیں؟

ایک لطیفہ

ایک مرید اپنے پیر کو کھانا کم کھلاتا تھا، ایک دن پیر نے کہا کہ کیا تم غریب ہو؟ تمہارے یہاں کھانا نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ کھانا تو ہے مگر مجھے بتایا گیا ہے کہ پیروں کے اندر نور بھرا رہتا ہے، کھانے کی جگہ نہیں رہتی، اس لئے میں کم کھانا دیتا ہوں۔ تو اس نے مرید سے کہا کہ بے وقوف! نور تو دل میں

ہوتا ہے پیٹ میں نہیں ہوتا۔

دیکھو! ایک دن تھا کہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہوتی تھی، فجر کے بعد حضرت ایسی ہی مجلس فرماتے تھے اور سیتا پور، لکھنؤ، ہردوئی کے بڑے بڑے علماء اور میرے شیخِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سب آتے تھے اور ادب سے بیٹھے رہتے تھے، میں بھی بیٹھا ہوتا تھا اور حضرت کی باتوں کو نوٹ کرتا تھا، آج اللہ نے یہ دن دکھایا کہ آپ لوگ میری گذارشات کو سن رہے ہیں، لکھ رہے ہیں۔ سارا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے کہ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں اور ہم لوگ ان کے ساتھ بیٹھے ہیں، مجھے ہر وقت حضرت کا اور اپنے بزرگوں کا نقشہ سامنے رہتا ہے، اللہ والوں کی غلامی بہت بڑی نعمت ہے، اس کے سامنے سلطنت کیا چیز ہے، اللہ والوں سے بڑھ کر کون بادشاہ ہوگا، جس کے دل میں اللہ ہے تو بتاؤ کہ اللہ کتنا قیمتی ہے، تو جس کے ساتھ اللہ ہو اس کی قیمت کا کیا حق ادا ہو سکتا ہے۔

نورِ قلب کی علامات

تو تصوف مدلل ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ دل میں اس نور کے آنے کی کیا علامت ہوتی ہے؟

هَلْ لِذٰلِكَ مِنْ عَلَامَةٍ؟

(احیاء علوم الدین الامام غزالیؒ، کتاب العلم ج۱، ص۷۷، دار المعرفۃ بیروت)

کیا دل میں اس نور کے داخل ہونے کی کچھ علامت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین علامتیں ہیں:

نورِ قلب کی پہلی علامت: دنیا سے بے رغبتی

(۱)......اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وہ بیوپار بھی کرتا ہے، کاروبار بھی کرتا ہے،

گھر بار بھی رکھتا ہے، بال بچے بھی رکھتا ہے مگر اس کے دل میں اللہ رہتا ہے، دنیا سے دل نہیں لگاتا، ہاتھ میں دنیا رکھتا ہے، جیب میں دنیا رکھتا ہے لیکن دل میں دنیا نہیں رکھتا۔ دنیا میں رہو مگر اس سے دل نہ لگاؤ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بالکل دل نہیں لگے گا تو کاروبار کیسے ہوگا؟ تو دنیا سے دل تو لگاؤ مگر جتنا دنیا سے لگاؤ اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہو، دنیا کی محبت شدید جائز بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو۔ یعنی کوئی ایسی حالت پیش آئے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو لیکن اس میں بہت فائدہ ہو تو اگر یہ اس فائدے کو ٹھکرا دیتا ہے اور اللہ کو ناراض نہیں کرتا تو یہ علامت ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت اشد ہے اور دنیا کی محبت مغلوب ہے۔ تو ایک علامت ہوگئی کہ دنیا سے دل نہ لگے، دنیا میں رہ کر دل دنیا سے بے رغبت رہے اور اس کو استحضار رہے کہ یہاں کی سب چیزیں عارضی ہیں، اس کو ہر وقت یقین رہے کہ کسی بھی وقت اللہ کے یہاں جانا ہے ؎

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

نورِ قلب کی دوسری علامت: آخرت کی طرف رغبت

(۲)...... وَ الْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا قلب لگا رہتا ہے، یادِ خداوندی میں دل لگا رہتا ہے، ہاتھ سے کام کرتا ہے، زبان سے بزنس کی باتیں کرتا ہے مگر دل میں اللہ رہتا ہے، اگر کوئی کہے کہ بہت مشکل کام ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ رہے تو خواجہ صاحب نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے؟ تو حکیم الامت نے فرمایا کہ دیکھو! جو عورتیں پانی بھرتی ہیں تو ایک گھڑا ان کے سر پر ہوتا ہے اور ایک گھڑا بغل میں دبایا ہوتا ہے تو سر پر جو گھڑا ہوتا ہے اس کو بغیر ہاتھ لگائے چلتی

ہیں اور خوب ہنس رہی ہوتی ہیں، بات کرتی جارہی ہیں مگر ان کے دل میں ہر وقت اس گھڑے کا خیال رہتا ہے، اگر اُن کے دل سے یہ خیال ہٹ جائے تو گھڑا گر پڑے گا۔ ایسے ہی اللہ والے دل سے ہر وقت اللہ کا دھیان رکھتے ہیں ۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

تو دو علامتیں ہو گئیں، نمبر ایک، دنیا سے دل مت لگاؤ، بازار میں رہو مگر بازار سے دل مت لگاؤ۔ نمبر دو، اللہ کا خیال دل میں رکھو، اتنا خیال تو رکھو کہ ہم اس کے بندے ہیں، بس اتنا دھیان بھی کافی ہے۔ بیٹے کے لئے اتنا دھیان کافی ہے کہ میں اپنے ابا کا بیٹا ہوں تو گویا وہ ابا کو نہیں بھولا، اسی طرح اتنا خیال ہو کہ میں اپنے ربا کا بندہ ہوں، چند دن کے لئے دنیا میں آیا ہوا ہوں پھر ڈپار چر یعنی یہاں سے روانگی ہو جائے گی، لہٰذا جلدی جلدی وہاں کے لئے کمائی کر کے بھیجو۔

نورِ قلب کی تیسری علامت: موت کی تیاری

(۳)......وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ تیسری علامت موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا ہے کہ ہماری کوئی نماز قضا تو نہیں، ہمارے ذمہ کوئی روزہ تو قضا نہیں، زکوٰۃ کی کوئی رقم تو باقی نہیں کہ اگر اچانک موت آجائے تو کیا ہوگا، اپنی فائل سب درست کرلو، کسی کو ستایا ہو تو اس سے معافی مانگ لو، یہ حقوق العباد کی فائل بہت بڑی فائل ہے، اسے آپ خود درست نہیں کر سکتے جب تک جس پر آپ نے ظلم کیا ہے، اسے ستایا ہے وہ خود معاف نہ کردے لہٰذا اس سے معافی

مانگ کر حقوق العباد سے متعلق اپنی فائل درست کراؤ۔

بس آج کی مجلس ختم۔ بادل آیا برس گیا، جب بادل برس جاتا ہے تو میرا مضمون خود بخود رُک جاتا ہے، ابھی اس وقت کوئی مجھ سے کہے کہ بولو تو کہاں سے بولوں، جب بادل ہی برس گئے، اللہ پاک کی توفیق سے دل پر بادل آئے اور برس گئے۔

مولانا! اب پانچ منٹ میں میرے اس بیان کا خلاصہ بیان کردو تاکہ جو انگریزی ری یونین اور چائنہ کے لوگ ہیں ان کی سمجھ میں بھی بات آجائے، آج اسی حدیث کو بیان کردو کہ اللہ تعالیٰ جب دل میں نور عطا فرماتے ہیں تو شریعت کے احکام پر عمل کرنا اس کو آسان ہوجاتا ہے۔

میزبان کے لئے بھی دعا کرو کہ آج انہوں نے یہاں جنگل میں منگل کردیا، سمندر کے ساحل کو خانقاہ بنا کر رونق بخشنے کا انتظام کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو دنیا کی بھی رونق عطا فرماتے ہیں، جو اللہ کے دین کی رونق کی فکر کرے گا تو وہ بھی رونق والا بن جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے، اس کے لئے دعا کردیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی:

((اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ مَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَأَطِلْ عُمُرَہٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ))

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، ج۱، ص۱۱۳۹، مکتبہ رشیدیہ)

تو اس دعا میں اولاد پر مال کو مقدم کیا، پہلے مال کی دعا کی تاکہ زیادہ اولاد کا سن کر گھبرا نہ جائے کہ انہیں کھلاؤں گا کہاں سے۔ اس لیے دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

تمام مصائب سے بچنے کی ایک جامع دعا

جیسے حدیثِ پاک کی ایک دعا ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَآءِ وَدَرْكِ الشَّقَآءِ وَسُوْٓءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ))

(صحیحُ البخاری (قدیمی)، کتابُ القدر، باب من تعوذ باللہ، ج:۲، ص:۹۷۹)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں جَهْدِ الْبَلَآءِ کی دو تفسیریں لکھی ہیں، پہلی تفسیر ہے کہ اولاد کی کثرت ہو اور مال کم ہو، نمبر دو کوئی ایسی بیماری یا مصیبت آجائے کہ جس سے آدمی موت کی تمنا کرنے لگے کہ یا اللہ! اس سے اچھا تو مجھے موت ہی دے دے، ایسی مصیبت سے اللہ پناہ میں رکھے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مال میں برکت کی دعا کو اولاد میں برکت سے مقدم رکھا کہ کہیں آدمی کثرتِ عیال اور قلتِ مال سے گھبرا نہ جائے۔

اور اس دعا میں وَدَرْكِ الشَّقَآءِ یعنی بدنصیبی کے پکڑ لینے سے بھی پناہ آئی ہے، اور بدنصیبی پکڑتی ہے گناہ کی وجہ سے۔ حدیثِ پاک کی دعا ہے:

((اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ

(سننُ الترمذی، (قدیمی) کتابُ الدعوات، باب فی دعاء الحفظ، ج۲، ص ۱۹۷)

اے اللہ! مجھ پر رحم فرمایئے کہ میں گناہوں کو ترک کر دوں

((وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ))

(معجم الاوسط للطبرانی، ج۴، ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اور گناہوں کی وجہ سے مجھے بدنصیب ہونے سے بچایئے۔ آگے ہے وَسُوْٓءِ الْقَضَآءِ اور یا اللہ! کوئی ایسا فیصلہ میرے حق میں نہ فرما جو میرے لئے مضر ہو۔

تمام صحابہ عاشقِ مولیٰ تھے

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں انتظار

کرتا ہوں تو دو شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

آپ کا انتظار کرتا ہوں
شوق کو اپنے پیار کرتا ہوں
آپ آتے ہیں جب تصور میں
میں خزاں کو بہار کرتا ہوں

اختر ایسے بزرگوں اور عاشقوں میں رہا ہوا ہے پھر اسے زاہدِ خشک لوگوں سے کیسے مناسبت ہو؟ مجھ کو تو عشق و محبت سے مناسبت ہے اور اپنے دوستوں کے لئے بھی یہی چاہتا ہوں کیونکہ عاشقی کا راستہ ہی شارٹ کٹ اور بہت جلد اُڑا لے جانے والا ہے، سارے صحابہ کرام عاشق تھے، ایک بھی صحابی خشک نہیں تھا کیونکہ یُحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ ان سے پیار کرتا ہے، وَیُحِبُّوْنَہٗ اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو محبت والا خشک کیسے ہوسکتا ہے، وہ خوش تو رہتا ہے خشک نہیں رہتا ہے، اہلِ محبت اہل یبوست نہیں ہوتے، خشک نہیں ہوتے:

﴿یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ﴾

(سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ثابت کردیا کہ جتنے صحابہ کرامؓ ہیں سب اہلِ محبت ہیں۔ میں نے حکیم الامت کا ارشاد پڑھا تھا کہ عاشقوں میں زیادہ رہو، مسائل تو علماء سے پوچھو مگر زندگی گذارو اہلِ محبت کے ساتھ اور اگر وہ عالم بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے، نورِ علم بھی ہے، نورِ محبت بھی ہے اور نورِ عمل بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو مخلوق نہیں بدل سکتی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قضا اور فیصلے کو نہیں بدلتا:

﴿لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾

(سورۃ یونس، آیت:۶۴)

تو اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کو نہیں بدل سکتے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے فیصلہ کو مخلوق نہیں بدل سکتی، یہ نہیں کہ نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ بھی نہیں بدل سکتے۔

بگذراں از جان ما سوء القضا

وامبر مارازِ اخوانِ الصفا

پھر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا مانگی کہ اے خدا! آپ کا جو فیصلہ ہے یہ آپ کا محکوم ہے، آپ اس پر حاکم ہیں لہٰذا اگر آپ نے میرے لئے دوزخ لکھی ہے تو جنت لکھ دیجئے، اپنے فیصلہ کو بدل دیجیے، کیوں کہ آپ کا فیصلہ آپ کا محکوم ہے، آپ پر حاکم نہیں ہے، اگر آپ اپنے فیصلہ کو نہیں بدل سکتے تو یہ آپ کی شان کے خلاف ہے، کیونکہ آپ کا فیصلہ آپ پر حاکم نہیں ہوسکتا، آپ اپنے محکوم کو بدل دیجئے، اپنا فیصلہ بدل دیجئے، اگر آپ نے ہمارے لئے دوزخ لکھی ہے تو اس کو کاٹ کر جنت لکھ دیجئے، کیوں کہ قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہے لہٰذا ہماری سوءِ قضا کو حسنِ قضا سے بدل دیجئے۔ اور اس دعا کے آخر میں ہے وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ اور اے اللہ! ہمیں دشمن کے طعنہ دینے سے بچا لیجیے کہ بڑے مولانا بنتے تھے، ہم کو خوب ڈانٹتے تھے، دیکھا اب مولانا کا کیا حال ہے۔ تو اے اللہ! ہمیں دشمنوں کے طعنہ دینے سے اپنی پناہ میں رکھئے، آمین۔ اے اللہ! آپ اپنے عاشقوں کو ہر طرح کی ذلت اور رسوائی سے بچایئے کیونکہ کافروں کو آپ نے مردہ فرمایا ہے اور پھر جن کو آپ نے ایمان دیا ان کو زندہ فرمایا تو ایمانی حیات عطا فرمانے کے بعد ان کو ایسے اعمال سے محفوظ فرمایئے جو موجب ذلت ہوں۔

اللہ اپنے عاشقوں کو حیاتِ عاشقانہ دیتا ہے

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، کافروں کو اللہ نے مردہ فرمایا ہے:

﴿اَوَمَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰہُ﴾

(سورۃ الانعام، آیت:۱۲۲)

کیا یہ مردہ نہیں تھے؟ تو معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے کافر مردہ ہیں، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، سید الشہداء کے ایمان کے بارے میں نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَحۡیَیۡنٰہُ پھر میں نے ان کو ایمان دے کر حیات بخشی۔ تو معلوم ہوا کہ جو اللہ سے جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ حیات یافتہ ہے، اگر زندگی دیکھنی ہو تو اللہ والوں کی دیکھو کیوں کہ اللہ نے ان کو حیات سے نوازا ہے، حیات اصل میں اللہ کے عاشقوں کی ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ﴾

(سورۃ الانفال، آیت:۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی بات کو فوراً مان لو، سر آنکھوں پر رکھ لو اور اس پر عمل کرو کیوں کہ اللہ اور رسول تم کو حیات بخش چیز کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس کا ترجمہ حکیم الامت نے حیات بخش کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جو اللہ جانوروں کو حیات جسمانی دیتا ہے وہی اللہ اپنے عاشقوں کو حیاتِ عاشقانہ دیتا ہے، حیاتِ عاشقانہ اور ہے اور حیات فاسقانہ اور ہے، زندگی نام ہے اللہ پر فدا ہونے کا، جو زندگی خدا پر فدا نہیں ہے وہ کھاتا پیتا تو ہے مگر مردہ ہے، اللہ نے ان کافروں کو یہاں جانور بھی نہیں فرمایا، جبکہ:

﴿اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ﴾

(سورۃ الاعراف، آیت:۱۷۹)

اس آیت میں تو اللہ نے کافروں کو جانور سے بھی بدتر فرمایا لیکن اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا میں اللہ نے ان کو جانور بھی تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کو مردہ فرمایا کہ یہ مرے ہوئے ہیں اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا ۔ یہ مردہ ہیں اگر یہ حیاتِ ایمانی سے زندہ ہوتے تو جہاں اللہ کا نام لیتے اللہ کو اپنے پاس موجود پاتے۔

اللہ تعالیٰ کے اسم اور مسمّیٰ میں فاصلہ نہیں ہے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے وہاں اللہ موجود ہے، یہ شرف دنیا میں کسی اور کو حاصل نہیں کہ جس کا نام لیا جائے وہاں اُس کا مسمّیٰ بھی ہو، سوائے خدا کے، اگر میں ابھی اپنے شیخِ ثانی مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کا نام لوں تو حضرت یہاں موجود نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا نام جہاں لیا جائے گا وہاں اللہ موجود ہے، یعنی ان کے اسم میں اور مسمّیٰ میں فاصلہ نہیں ہے، جس نے اللہ کا نام لیا اس کو اسی وقت اللہ ملا، لہٰذا مولانا رومی نے فرمایا اللہ کا نام جو عاشقانہ لیتا ہے اس کو اللہ ملتا ہے۔ جب ابا کا نام لے کر تمہیں رونا آتا ہے تو ربّا کا نام لے کر آنسو کیوں نہیں بہاتے ہو؟ جس نے ساری کائنات کو ہمارے کام میں لگا کر ہماری پرورش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نظام ربوبیت

جس نے ہم کو پالا ہے اور کس عظیم الشان انتظام سے پالا ہے کہ زمین و آسمان، سمندر و پہاڑ، سورج و چاند کو ہماری پرورش میں لگا دیا، پورا عالم کا نظامِ فلکیات اور نظامِ ارضیات ہماری پرورش میں لگا ہوا ہے، چاند سے سمندر کی لہروں کو کنٹرول کیا، سورج سے سمندر سے بادل اُٹھائے جن سے بارش ہوئی، بارش سے غلہ پیدا ہوا، پھر سورج سے غلہ پکایا۔ تو اللہ نے سارا عالم ہماری

پرورش میں لگایا ہے اورہمیں اپنے لئے پیدا کیا۔توسوچئے! ہم کتنے اہم ہیں کہ اللہ نے اتنا بڑا نظامِ عالَم ہمارے لئے پیدا کیا اور ہم سب کو اس نے اپنے لئے پیدا کیا تو وہ اللہ جو بے مثل ہے اس اللہ نے جس کو اپنے لئے پیدا کیا وہ بھی قیمتی ہوا۔خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

ناچیز ہیں پھر بھی ہیں بڑی چیز مگر ہم
دیتے ہیں کسی ہستیٔ مطلق کی خبر ہم

یعنی ہمارا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلیل ہے۔تو جب ہمارا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلیل ہے تو ہر وقت اللہ کو یاد رکھنا اور ان کو ناراض نہ کرنا ہم پر لازم ہے لٰہذا اللہ تعالیٰ کا نام لیتے رہو، کچھ عرصے کے بعد ایسی لذت ملے گی جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی لذت نہیں کرسکتی۔

اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی لذت

دیکھو! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر سن لو، میں نے قونیہ جا کر وہ جنگل دیکھا ہے جہاں مولانا اللہ کی یاد میں آہ وفغاں کرتے تھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں ایسی جگہ آہ وفغاں کرتا ہوں، اللہ کا نام لیتا ہوں جہاں کوئی مخلوق نہیں ہوتی ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

میری آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کا بھید اور راز سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔تو ہم نے وہ جنگل جا کر دیکھا ہے۔آج یہاں بھی جنگل اور سمندر جیسی عظیم مخلوق ہمارے سامنے ہے۔کوئی دس کلو پانی بھی خلا میں نہیں لٹکا سکتا، لیکن اللہ نے خلا میں کروڑوں من پانی رکھ دیا جس کے نیچے

کوئی کالم نہیں، کالم سے ہمارے میر صاحب کا شعر یاد آ گیا۔

ارض و سما کیسے ہیں معلق
کوئی ستوں ہے اور نہ کوئی تھم
سارا عالم ہے بے کالم
واہ رے میرے ربُ العالم

اب اللہ اللہ کی ایک تسبیح ذکر کرلو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو جیسے میری روح میں شکر اور دودھ گھل جاتا ہے۔

اللہ اللہ ایں چہ شیرین ست نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا اور جام ہے

جان دے دی میں نے اُن کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر
میر مت مرنا کسی گلفام پر
خاک ڈالو گے انھی اجسام پر

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

ذکر کرنے کا طریقہ

میرے مرشدِ اوّل شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بارہ مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ اس

طرح نصیب ہوئی کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی دیکھے اور خواب ہی میں پوچھا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں عبدالغنی! تم نے اپنے رسولِ خدا کو خوب دیکھ لیا۔ تو انہوں نے ہم کو اس طرح ذکر سکھایا تھا کہ جب اللہ کہو تو سمجھ لو کہ زبان سے بھی اللہ نکلا ہے اور دل میں ایک زبان ہے اس سے بھی اللہ نکلا ہے، دونوں زبانوں سے اللہ نکلا ہے۔ پہلے ''اللہ'' پر جل جلالہ کہنا واجب ہے اور اللہ کو اتنا کھینچ کر کہو کہ اس میں ہماری آہ شامل ہو جائے اور جب اللہ کہو تو سمجھ لو میرے جسم کے ہر بال سے اللہ نکل رہا ہے، سمندر کے ہر قطرہ سے، درختوں کے ہر پتے، ستاروں سے، سورج اور چاند سے، آسمان سے، ریت کے ایک ایک ذرّہ سے اللہ نکل رہا ہے، سارا عالم اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس طرح ذکر کرو پھر دیکھو کیسا مزا آتا ہے۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ذِکر کو اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور ایک مجذوب بزرگ تھے وہ یہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے، ہم غریبوں پر اتنی مہربانی فرما دیجئے۔ یا اللہ! آپ بڑے ہیں، آپ کا نام بھی بہت بڑا ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اختر پر، اس کی اولاد و ذریات پر، اس کے دوستوں پر، اُن کی ذریات پر، سارے عالم کی پوری امتِ مسلمہ پر مہربانی فرما دیجئے۔ یا اللہ! سارے عالم کے مسلمانوں کو عافیتِ دارین نصیب فرما۔ اے اللہ! ہم سب پر، سارے عالم کے مسلمانوں پر رحم فرما دے، رحم فرما دے، کافروں کو دولتِ ایمانی دے دے اور اختر کو اور جملہ اہلِ ایمان کو تقویٰ اور عافیتِ دارین نصیب فرما دے۔ چیونٹیوں پر مہربانی فرما دے بلوں میں، مچھلیوں پر رحم فرما دے سمندروں میں اور دریاؤں میں، پرندوں پر رحم فرما دے

فضاؤں میں، اپنی رحمت کا غیر محدود سمندر ہم سب پر برسا دے، اپنے نامِ پاک کے صدقہ میں ہم سب کی بگڑی بنا دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو جس گناہ کی عادت ہے اس کو اس سے پاک فرما دے۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے تقویٰ کی برکت سے ہماری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دے۔ ہم اپنی زندگی کو آپ کی نافرمانی میں بہت زیادہ گزار چکے ہیں مگر گناہوں میں سوائے پریشانی کے اور کچھ نہ ملا۔ اے خدا! آپ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنے اولیاء اور دوستوں کی زندگی عطا فرما دے، تقویٰ کی حیات نصیب فرما دے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ،

رَبِّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَآئِكَ شَقِيًّا